اقرأ باسم ربك الذي خلق

مدارس و مکاتب کا قیام

سب سے ضروری چیز

از:۔ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ

مدرسہ ضیاء العلوم کے سالانہ جلسہ اور درسگاہ کی تقریب سنگ بنیاد کے موقع پر حضرت مولانا مدظلہ کی اہم صدارتی تقریر۔

شعبۂ نشر و اشاعت

مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور تکیہ کلاں رائے بریلی

پیش لفظ

از: مولانا سیّد محمد رابع حسنی ندوی صاحب مدظلہ مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔

باسمہ تعالیٰ

الحمد للہ والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّدنا رسول اللہ محمد بن عبد اللہ وعلیٰ آلہ وصحبہٖ

ہندوستان ایک جمہوری اور سیکولر ملک ہے، یہاں حکومت کی طرف سے مسلمانوں کی دینی و اسلامی تعلیم کا انتظام نہیں ہے۔ یہ کام جو مسلمانوں کا ہے یہ ان کی اپنی ذمّہ داری ہے کہ وہ اپنی نئی نسل کے لیے حکومت کے مہیّا کیے ہوئے وسائل علم سے جو فائدہ اٹھا سکتے ہوں اُن سے اپنی مصلحت اور ضرورت کے مطابق فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے ملّی مقاصد و ضرورتوں کے لحاظ سے تعلیم و تربیت کا خود انتظام کریں، وہ اس کی طرف اگر توجّہ نہ کرینگے تو ان کی آئندہ ملّی و اسلامی زندگی بالکل مشکوک و بے سہارا ہو جائے گی، اس لحاظ سے ہمارے یہ مدارس جو دینی مدارس کہلاتے ہیں، جو ملک کے اندر جگہ جگہ جذبۂ دینی کے حامل مسلمانوں کے لیے قائم کیے گئے ہیں، اور مسلمانوں کے چندوں اور تعاوُن سے چل رہے ہیں، بہت زیادہ اہمیت کے مالک ہیں، یہ مسلمانوں کے لیے شفاخانوں کی حیثیت رکھتے ہیں، جہاں اُن کی اسلامی و ملّی زندگی کو امراض سے بچانے کے انتظامات ہیں جہاں ایسے وسائل پیدا کیے جاتے ہیں جن سے اسلامی و ملّی زندگی میں پیدا ہونے والی مشکلات کا حل نکل سکے۔

اِن مدارس کی جو اہمیت ہے اس کو سمجھنے کی بڑی ضرورت ہے، اور اُن کے قیام و بقا کے لیے جو فکر و تعاون ہو سکتا ہے اُس کی طرف توجّہ کرنے کی بڑی اہمیت ہے

مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی ان ہی اہم مدارس میں سے ہے جو مذکورہ بالا مقاصد کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔ اس کے سالانہ اجتماع کے موقع پر جس میں ایک عمارت کا سنگ بنیاد بھی رکھا گیا ہے، حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ نے سنگ بنیاد رکھتے ہوئے جو تقریر فرمائی اس میں ان مدارس دینیہ عربیہ کی اہمیت بتائی اور ان کے افادیت کے پہلو واضح کیے، اور ان کی قدر کرنے اور ان کی کامیابی کے لیے تعاون و فکر کرنے کی طرف توجّہ دلائی۔ یہ تقریر ایسی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کے مطالعہ میں آئے، اور وہ اس سے فائدہ اٹھائیں، لہٰذا ضیاء العلوم کے ذمّہ داروں نے اس کو قلم بند کر کے شائع کرنے کا فیصلہ کیا، امیّد ہے کہ اس کی اشاعت سے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نفع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور نافع بنائے۔ (آمین)

محمد رابع حسنی ندوی
[illegible]
[illegible] شعبان ۱۴۱۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم، امّا بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

بزرگو، دوستو، بھائیو، اور عزیزو!

آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ ہر آباد شہر کی جہاں انسانوں کی آبادی ہو، دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ان دونوں چیزوں سے کوئی تمدّن اور محفوظ و وسیع اور آباد شہر خالی نہیں ہو، ایک شفاخانے دوسرے تھانے، اس لیے کہ انسان کو جو آزمائشیں پیش آتی ہیں اور انسان کی جو کمزوریاں ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک تو بیماریاں جو انسانوں کے ساتھ لگی ہوتی ہیں ان سے اللہ بچائے تو انسان بچ سکتا ہو، ورنہ کوئی ان سے نہ بچا ہے اور نہ عام طور سے کوئی بچتا ہے۔ یہاں تک کہ پیغمبروں کو، اولیاء اللہ کو بھی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں تاریخ سے اس کا ثبوت ملتا ہے اور یہ کوئی عیب کی بات نہیں اور اس کے لیے کوئی معذرت یا توبہ کی ضرورت نہیں۔ بڑے سے بڑے اللہ کے ولی کے حالات پڑھیں تو آپ کی نظر سے گزرے گا کہ ان کو فلاں تکلیف ہوگئی تھی اور ان کو فلاں قسم کی بیماریاں لاحق ہوئیں پھر اللہ نے شفا دی اور ______ اللہ نے ان کو جسمانی شفا دی، او لوگوں کو ان سے روحانی شفا ملی، ایسے ہی پیغمبروں کے بارے میں بھی ہو، سیدنا حضرت محمد رسول ﷺ کے بارے میں بھی ہے آپ کو ان کی سیرت میں مل سکتا ہو کہ کبھی کبھی آپ کو کتنی تکلیفیں ہوئیں اور آپ نے دوا علاج کرنے کی ہدایت بھی فرمائی ہے۔ صحابہ کرام کا کیا ذ

ہے وہ بیمار ہوتے تھے اچھے ہوتے تھے اور صحیح ہوتے تھے اس لیے ضرورت ہے شفاخانوں کی، یہ ایک انسانی تمدنی، قدرتی، اور فطری ضرورت ہے۔

دوسرے پھر انسانوں کی بیماری ہے کہ وہ جرم کرتے ہیں، کوئی چوری کرتا ہے، کوئی ڈاکہ ڈالتا ہے، رہزنی کرتا ہے، کوئی کسی کو مارتا ہے اور کوئی کسی پر ہاتھ اٹھاتا ہے زدوکوب کرتا ہے اور کبھی اس سے آگے بڑھ کر کشت وخون کی نوبت آجاتی ہے اس لیے تھانے کی بھی ضرورت ہے، یہ دو انسٹیٹوشن ہیں ( ) دو قسم کے ادارے ہیں، ان کی ضرورت سب کو تسلیم ہے اور سب ان کو ضروری سمجھتے ہیں، شہر کے لیے انسانوں کی آبادی کے لیے لیکن ایک تیسری چیز ہے جس کی طرف سب کو توجہ نہیں ہے، اور وہ ان دونوں سے زیادہ خطرناک ہے وہ ہے جہالت یعنی آدمی اپنے پیدا کرنے والے ہی کو نہ پہنچانے، اس کی صفات کو نہ جانے، اور اس کی قدرت سے اس کی قہاری سے، اس کی جبّاری سے، اور اس کے رحم و مہربانی سے اچھی طرح واقف نہ ہو، اس کی ذات سے صفات مبادی وہ واقف نہ ہو، اور وہ اس کے سوا کسی دوسری ہستی کے سامنے سر جھکائے، کوئی پتھر کے سامنے سر جھکا رہا ہے، کوئی درختوں کے سامنے سر جھکا رہا ہے، کوئی جانوروں کے سامنے سر جھکا رہا ہے تو سب سے بڑی بیماری بلکہ سب سے بڑا جرم کہیے وہ جہالت ہے۔

یہ سوچنے کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب ترین اور عظیم ترین پیغمبر کی بعثت جس زمانہ میں ہوئی اس میں ہزار عیب تھے، بت پرستی اپنی آخری حد کو پہنچ چکی تھی، یہاں تک کہ جو چیز اپنے ہاتھ سے لے جاتے تھے، مٹھائی وغیرہ یا کوئی ایسی چیز اس تک کی عبادت کرنے لگتے تھے، جیسا کہ سیرت سے معلوم ہوتا ہے، باقی دوسری چیزوں کا کیا ذکر ہے۔ بیت اللہ شریف میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے تو ایک

طرف تو بت پرستی تھی دوسری طرف ظلم کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں لڑکی پیدا ہوگئی تو انھیں فکر ہو جاتی تھی کہ اب اس کے بعد اس کی شادی کرنی ہوگی، اس کی حفاظت کرنی پڑے گی اور اس کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنی ہوگی، اس پر خرچ کرنا ہوگا، داماد آئے گا وہ ہمارے فرزندوں اور بیٹوں کی طرح اپنا حق سمجھے گا، اور کئی ذمہ داریاں عاید ہوں گی، سب کو معلوم ہے کہ اس زمانہ میں لڑکیاں زندہ درگور کی جاتی تھیں۔ زبان سے کہنا بھی مشکل دیتا ہے لیکن کیا کریں، عربی میں اس کو "واد البنات" کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔

قافلہ کہیں سے مال لیکر چلا جا رہا ہو یا ذاتی سامان لایا ہو اس پر ایک قبیلہ نے ڈاکہ ڈالا حملہ کر دیا، اسی طرح دوسرے قبائل میں آپس میں جنگ ہوتی تھی، اس کا شوق اتنا بڑھا ہوا تھا کہ عرب شاعر کہتا ہے کہ جب میرے گھوڑے کی پیٹھ بیٹھنے کے قابل ہو جائے اور چلنے کے قابل ہو جائے، تو خدا قبیلوں میں جنگ چھیڑ دے تاکہ کچھ مزا آئے اور اپنے گھوڑے سے کام لینے کا وقت آئے۔

اسی طریقہ سے پچاس قسم کے عیب ان کے اندر تھے، اس سے آپ سبق لیجئے کہ اس دور کا نام جاہلیت رکھا گیا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس زمانہ کی مذمت کرنے کے لیے اور اس زمانہ کے عیب کو ظاہر کرنے کے لیے اور اس جیسے زمانہ سے ڈرانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے عربی جیسی فصیح زبان میں اس عہد کا نام جاہلیت رکھا، یہ کہا ہوتا کہ بت پرستی کا زمانہ، یہ کہا ہوتا کہ کشت و خون کا زمانہ، یا یہ کہا ہوتا ظلم و زیادتی کا زمانہ یا خانہ جنگی کا زمانہ، لیکن قرآن شریف میں اس عہد کا نام جاہلیت آیا ہے، تین آیتیں تو مجھے یاد ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

۱۔ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۲۔ إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ

حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ ۴۔ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں جاہلیت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں گزر جاتے ہیں ہمیں خیال نہیں آتا، الفاظ کا انتخاب یہ بڑی اہم چیز ہوتی ہے جس کو مصنف وادیب، محققین اور بڑے وسیع النظر لوگ اور اعلیٰ درجہ کے زبان داں جانتے ہیں کہ کسی چیز کے لیے کسی لفظ کا اگر انتخاب کیا جاتا ہے تو اگر وہ آدمی حقیقت شناس ہے نبض شناس ہے اور زبان پر اس کو پوری قدرت ہے تو وہ ایسا لفظ انتخاب کرتا ہے جو اس کی پوری تصویر کھینچ دے اور اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کی حقارت پیدا ہو، تو ایسا لفظ لاتا ہے کہ اس سے حقارت پیدا ہو جائے، اگر تعریف کرنا چاہتا ہے تو ایسا لفظ لاتا ہے جس سے اس کی عظمت پیدا ہو، عزت پیدا ہو، اور اللہ تعالیٰ زبانوں کا، الفاظ کا خالق ہے، معانی وحقائق کا خالق ہے، اور ادیبوں، شاعروں اور بڑے بڑے اہل کمال کا خالق وہ اس عیب کو کسی اور لفظ سے تعبیر کرسکتا تھا، لیکن دیکھئے یہ ہم کو سبق دیا گیا ہو کہ ہمیشہ ہم جہالت سے ڈریں کہ وہ زمانہ جو کہ باقی رہنے کے قابل نہیں تھا، خدا جانے کس وقت اللہ کا اس پر عذاب آجاتا، اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم وکرم فرمایا، انسانیت پر رحم فرمایا کہ عرب کے اس دور میں اللہ نے اپنے سب سے محبوب، سب سے بڑے پیغمبر کو پیدا کیا لیکن اس زمانہ کا جب ذکر آتا ہے، اور قرآن میں اس کی صفت آتی ہے تو جاہلیت کے لفظ سے آتی ہے۔

میں نے آپ کے سامنے یہ آیتیں پیش کیں " وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى (دیکھو عورتو! تم اس طرح بے حجاب اور بے پردہ نہ پھرو جس طرح جاہلیت اول میں ہوا کرتا تھا)۔ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ " (جبکہ لوگوں نے اپنے دل میں

جھوٹی غیرت اور خواہ مخواہ کی خودداری پیدا کی جو جاہلیت اولی کی تھی "اَفَحُکْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ" اللہ نے بڑے جلال سے ارشاد فرمایا ہے، یہ اسلام کے قانون کو نہیں مانتے اور شریعت کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتے تو کیا یہ لوگ جاہلیت کے فیصلہ کو چاہتے ہیں یہاں پر دیکھیے اس غصہ کا اظہار کرنے کے لیے کتنا سخت لفظ آنا چاہیے تھا، مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کی نگاہ میں اور قرآن کریم کی زبان میں جہالت اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کو جاہلیت کہا گیا۔

بیشک ہم شفاخانوں کی ضرورت و اہمیت کا انکار نہیں کر سکتے، شفاخانے انسانی ضرورت کی تکمیل کا سامان ہیں، انسانوں کی زندگی بڑی قیمتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل بھی ہے اور دنیا کی ضرورت بھی ہے کہ انسان تندرست رہے، کام کرے، محنت کرے، اس لیے شفاخانے ضروری ہیں اور ذرا شرم کے ساتھ کہنا پڑتا ہے بلکہ سر جھکا کر کہنا پڑتا ہے اور معذرت کے ساتھ کہ تھانے بھی ضروری ہیں، بڑے عیب کی بات ہو اور یہ زندگی کا بہت بڑا نقص اور بہت بڑا خلا ہے، بلکہ یہ سمجھئے کہ زندگی اور انسانی شرافت پر ایک دھبہ ہو کہ تھانوں کی ضرورت بھی ہو، لیکن کیا کیا جائے انسان کی فطرت ہے کہ اس سے غلطی ہو جاتی ہے اور وہ حد سے بڑھ جاتا ہے، اور دوسروں پر ہاتھ اٹھاتا ہے، کسی کو چوری کی لت پڑ جاتی ہے، اور کسی کا ظلم کرنے کا مزاج بن جاتا ہے، اور پھر اس سے اس کا ہاتھ بڑھ جاتا ہے، ویسے یہ چیزیں بری ہیں، لیکن یہ انسان کی زندگی کا خاصہ ہیں، کوئی زمانہ اس سے بچا نہیں ہے، ہاں یہ ہوا ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے ہدایت پھیلائی یعنی جہاں علم کی دولت عطا فرمائی، علم کے خزانے جہاں پیدا کیے، علم کے شفاخانے جہاں بنوائے، اور جہالت کے مارے ہوئے لوگوں سے جو قصور ہوتے ہیں ان کے لیے تھانے بھی بنوائے لیکن وہ تھانے کیسے ہیں؟ وہ تھانے ایسے نہیں

ہیں کہ جرم ہو جائے تو پھر اس کو سزا دیں بلکہ وہ جرم کا جذبہ اور جرم کا شوق اور جرم کی جو اس میں کشش ہے اور اس میں جو انسانی ضروریات کے فائدے ہیں ان کو نظر سے گرائیں اور اس کی نوبت بھی نہ آنے دیں 'اس لیے یہ جو دینی مدارس ہیں یہ انسانی ضروریات کی ایک اہم ترین ضرورت ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ شفاخانے تھانوں سے بھی زیادہ ضروری ہیں تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا، اس لیے کہ انسان اگر آیا ہے تو اس دنیا سے جائے گا۔ اور اگر کوئی بیمار (اللہ تعالیٰ سب مریضوں کو شفا عطا فرمائے) ہو جاتا ہے تو اس کو علاج بھی کرانا ہوگا تو یہ شفاخانے انسانی ضروریات میں سے ہیں اور اسی وجہ سے مجبوری کی بنا پر تھانے بھی ضروری ہیں لیکن یہ دونوں اپنا کام پورا نہیں کر سکتے جب تک کہ ایک تیسرا شفاخانہ جو روح کا شفاخانہ ہے اور دماغ کا شفاخانہ ہے، دل کا شفاخانہ ہے، اور اعمال انسانی اور اخلاق کا شفاخانہ ہے، وہ جب تک قائم نہ ہو تو یہ دونوں چیزیں مفید نہیں اس لیے کہ اگر شفاخانوں میں احتیاط نہ ہونے کی بنا پر، علاج نہ ہونے کی بنا پر مریض بڑھیں گے، مرض بڑھے گا، تو تھانوں میں مجرم، چور، ڈاکو، رہزن اور ظلم و تشدد کرنے والے بڑھیں گے،

اس طرح اگر مدارس قائم نہ ہوتے تو سب سے بڑا خطرہ جو انسان کے لیے ہو سکتا ہے ہلاکت ہے، خودکشی ہے، خودکشی کہئے اس کو،.... کہ وہاں تو غیر کشی ہوتی ہے، دشمن کشی ہوتی ہے، حریف کشی ہوتی ہے، اور یہاں خودکشی ہوتی ہے، وہ خودکشی کیا ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کو نہ پہچانے، اس کی صفات کو نہ جانے، وہ ایمان و کفر کا فرق نہ جانے، توحید و شرک کا فرق نہ جانے، حق و باطل کا فرق نہ جانے، حلال و حرام کا فرق نہ جانے، اور فرض و واجب اور نفل کا فرق نہ جانے، جو کہ آخری درجہ کی چیز ہے۔ وہ فرائض سے واقف نہ ہو، اور نہ عبادات سے واقف ہو، اور نہ اس کو یہ معلوم ہو کہ نماز پڑھنا فرض ہے اور نہ نماز پڑھنا ہی اس کو آتا ہو، تو

اگر یہاں پچاس بیماریاں ہیں جن کا تعلق ان شفاخانوں سے ہے، ان مدارس سے ہے۔

سب سے بڑی ڈرنے کی بات یہ ہے کہ آدمی زندگی گزارے اور اپنے مالک اپنے رازق ہی کو نہ پہچانے، اور نہ اس کا شکر ادا کرے، اور اس کا نام بھی نہ لے، اور اس کے سامنے سر نہ جھکائے، بلکہ کھلی ہوئی اس کی نافرمانی کرے اور اس بنیاد پر کرے کہ اس کو معلوم نہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز اور یہ حلال ہے کہ حرام۔ اور یہ سب کتنا ہو رہا ہے کہ ذرا آپ دیکھئے جہاں پر مرکز نہیں ہیں وہاں پر جہالت کی وجہ سے وہ کام ہو رہے ہیں۔ جو اس دین کا علم نہ ہونے، دین کا بنیادی علم نہ ہونے کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ جو کفر تک پہنچا دیتے ہیں اور جہنم کا مستحق بنا دیتے ہیں۔

بھائیو! بیماری کسی کو پسند نہیں ہم کسی طریقہ سے۔ بیماری کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے، کوئی سخت لفظ نہیں بول سکتے، مگر یہ حقیقت ہے کہ کوئی اس راستہ سے خدا کے یہاں جاتا ہے (آخرت کی طرف) اور کوئی اس راستہ سے جاتا ہے۔ پچاسوں راستے ہیں ان میں سے ایک راستہ مرض کا بھی ہے لیکن منزل سب کی ایک ہے۔ جو جس راستہ سے جائے گا اللہ کے یہاں پہونچے گا لیکن جو اللہ کے یہاں پہنچے اور اللہ ہی کو نہ پہچانتا ہو، آپ دیکھ لیجئے کہ یہاں آپ آئے ہیں تو خود بخود آپ کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کون لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، کہاں سے آئے ہیں۔ الہ آباد سے کہاں سے تشریف لائے یا دوسری جگہ سے لکھنؤ سے تشریف لائے اور پھر جس شہر میں آپ جاتے ہیں تو وہاں آپ جاننا چاہتے ہیں یہاں کا حاکم کون ہے، اس کی کوٹھی کہاں ہے، اس کا مکان کہاں ہے بازار کہاں ہے، دواخانہ کہاں ہے، شفاخانہ کہاں ہے۔ تو یہ سب چیزیں تو بالکل جزئی ہیں وقتی ہیں اور بہت ہی محدود ہیں، لیکن سب سے بڑی چیز جس سے بڑھ کر خطرناک کوئی چیز نہیں ہے،

زہر ہے زہر کی کیا حقیقت ہو انسان کو موت تو ہے ہی اس کا مقدر ہو لیکن دنیا میں رہے اور خدا کو نہ پہچانے اور خدا کو راضی کرنے کا طریقہ نہ جانے اور خدا کے پیغمبروں کے احسانات کو نہ مانے، نہ جانے نہ مانے اور نہ ان سے تعلق پیدا کرنے کی اس کے اندر خواہش ہو اور کھائیں، پئیں اور اللہ کی نعمتوں کا استعمال کریں، اور خدا کے سامنے سر جھکانا ہی نہ جانیں، یا جانیں مگر اس کے بعد سر نہ جھکانے سے جو وبال آئے گا جو نقصان ہوگا، وبال پڑیگا اس کو پورے طور سے نہ جانیں، آج جو لوگ نماز چھوڑے ہوئے ہیں وہ عادت ہو ایک طرف لیکن ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ نماز چھوڑنے والے کی سزا کیا ہو۔ ایسے بہت سے لوگ ہیں کہ صبح سے شام تک بولتے رہتے ہیں سنتے رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا نام بیچ میں لینے کی توفیق ہی نہیں ہوتی، اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے کا اجر و ثواب اور درجہ ہی نہیں جانتے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمارے محسن اعظم ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کے بعد سب سے بڑا احسان آپ کا ہو جنھوں نے ہمیں آدمی بنایا، سچی بات یہ ہے کہ ہمیں جانور سے آدمی بنایا، ان کا احسان ہم کو نہیں معلوم، نہ ان کے حالات معلوم، نہ معجزات معلوم کہ کس طریقہ سے آپؐ نے اللہ کا پیغام پہنچا کر اور کیسی کیسی تکلیفیں اٹھا کر، اور کیسے کیسے خطرات مول لے کر اور کس طرح اپنی پاک جان کو اور خاندان کو سب کو خطرے میں ڈال کر اللہ کا پیغام پہنچایا، اس کی بدولت آج ہم آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں مفت میں مسلمان ہیں کہ ہم نے کیا کیا اسلام حاصل کرنے کے لیے اور اسلام سیکھنے کے لیے، کتنی بڑی دولت ہمیں مفت مل گئی، یہ سلسلہ ہمارے بزرگوں کا چلا آرہا ہو (غفر اللہ لہم) ان کی وجہ سے وہ کلمہ ہمیں میراث میں ترکہ میں مل گیا کہ ہم "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پڑھتے ہیں، لیکن بھائیو اتنا کافی نہیں اب اس کے

بعد جاننے کی ضرورت ہے۔ جیسے کہ آپ کہیں نوکری کریں تو آپ جاننا چاہتے ہیں جس کے آپ نوکر ہیں جس سے آپ کا واسطہ ہے کہ افسر کیسا ہے، اس کا مزاج کیا ہے کس چیز سے خوش ہوتا ہے اور کس چیز سے ناخوش ہوتا ہے، یہاں تک کہ آپ گھر والوں کے مزاج تک کو جاننا چاہتے ہیں۔ یہ سب ایک آدمی کو راضی کرنے کے لیے ہوتا ہے جو نہ آپ کا مالک ہے اور نہ آپ کی قسمت کا مالک ہے اور نہ آپ کی موت وزندگی کا مالک ہے۔ یہ سب آپ کرتے ہیں اور وہ اللہ جس نے ہم کو پیدا کیا۔ عدم سے وجود میں لایا، نیست سے ہست کیا اور یہ مٹی جس پر آپ بیٹھے ہیں اسی طرح ہم بھی کچھ نہیں تھے اللہ نے ہم کو وجود بخشا اور پھر اس سے بہتر وجود اور اس سے بہتر وجود اور ترقی دیتا رہا من نطفۃ علقۃ یہ سب اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے جو انسان کے مرحلے گزرتے ہیں کہ دنیا میں آنے سے پہلے شکم مادر میں اور کیا تھا وہ سب بتادیا اور پھر اس کے بعد معلوم نہیں کس کس طرح حفاظت فرمائی، بیماریوں سے حفاظت فرمائی، دشمنوں سے حفاظت فرمائی، جانوروں سے حفاظت فرمائی، کیڑوں مکوڑوں سے حفاظت فرمائی، سانپ بچھو سے حفاظت فرمائی۔

یہ سب انعامات اس کے ہیں۔ "وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا" اگر تم اللہ کے احسانات شمار کرنے پر آؤ تو شمار نہیں کر سکتے، تو پھر کیا اس کا حق نہیں کہ آپ اس کے احسانات کو جانیں، اس کی صفات کو جانیں اور مانیں بھی، اور اس کے نہ جاننے سے جو خطرہ ہے اس سے بھی واقف ہوں اور اس کو ضروری سمجھیں، واجب سمجھیں اور حق سمجھیں، باقی کسی کی عبادت، بڑے سے بڑا حکمراں ہو، بادشاہ ہو، طاقت ور ہو، فاتح ہو، دولت مند ہو، لیکن کسی کے سامنے سر جھکانا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ آپ کو یاد ہو وہ سیکھیں، درود شریف یاد ہو وہ پڑھیں، سیرت پڑھ کر آپ کے دل میں عشق نبوی بیدار ہو، ابھی

آپ نے نعت سنی جو قاری طیّب صاحبؒ کی کہی ہوئی ہے۔ اور ہمارے یہاں تو لغتوں کا کتبخانہ ہے، اور اردو میں کتبخانہ شاید نعت کے سلسلہ میں عربی سے بھی بڑھا ہوا ہو، یہاں جیسے جیسے نعت گو شاعر پیدا ہوئے، باہر کے لوگ بھی رشک کرتے ہیں، اس کا تعلق فلسفہ/زبان سے ہے، اور تاریخ ادب سے ہے، تو آپ کو یہ سب معلوم ہونا چاہئے اور پھر بڑی بات یہ ہے کہ ارشاد خداوندی ہے۔

یَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا، وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ، عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ — اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو ایسی آگ سے جس کا ایندھن (یہ لکڑی نہیں ہے) آدمی ہیں اور پتھر ہیں اس پر مقرر ہیں فرشتے تند خو، زبردست، وہ نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جو بات فرمائے ان کو، اور وہی کام کرتے ہیں جو ان کو حکم ہو۔

تو کس طرح بچاؤ، وہ یہ کہ دین سکھاؤ، دین کی تعلیم دو، کفر و ایمان کا فرق بتاؤ، توحید و شرک کا فرق بتاؤ، حلال و حرام کا فرق بتاؤ، جائز و واجب کا فرق بتاؤ اس کے لیے یہ مدرسے قائم ہیں، اگر کسی ملک میں دین تسلسل کے ساتھ اور پائیدار طریقہ پر باقی رہ سکتا ہے تو وہ دینی تعلیم سے ہی باقی رہ سکتا ہے ورنہ دیکھنے والوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہے، پڑھنے والوں نے اس کا مطالعہ کیا ہے کہ جن ملکوں میں جن علاقوں میں دینی تعلیم کا سلسلہ بند ہو گیا، وہاں بالکل اسلام ختم ہو گیا، یہ اسپین جو اسلام کا اتنا بڑا مرکز تھا کہ امام مالکؒ کے ماننے والے مالکیہ اہل قرطبہ کا عمل حجت مانتے ہیں، کوئی یہ کہہ دے قرطبہ والے ایسا کرتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ دینی بات ہے۔

وہاں جب اسلام کے مخالفین کا غلبہ ہوا تو انھوں نے دینی تعلیم بند کر دی ہم نے

کتابوں میں پڑھا ہے کہ لوگ چھپ چھپ کر اپنے بچوں کو دینی کتابیں پڑھاتے تھے، الف، ب کے حروف سکھاتے تھے، اور چھپ چھپ کر نکاح ہوتا تھا، اس کی اجازت نہیں تھی کہ کسی جگہ کھل کر یا کسی کمرہ میں علانیہ اسلامی طریقہ پر نکاح ہو، عیسائی طریقہ پر سامنے ہو جاتا تھا، پھر الگ جا کر اسلامی طریقہ پر ہوتا تھا تاکہ وہ حلال ہو، تاکہ شرعی تعلق ہو چنانچہ اسپین کا وہ حال ہوا کہ بقول علّامہ کے ؎

اس کی فضا بے اذاں　　اس کی زمیں بے سجود

فضا ہے اذان نہیں، اور زمین ہے لیکن سجدہ نہیں، کان ترستے تھے، اذان کو ہم وہاں جا چکے ہیں، قدرتی سامان تھا کہ جہاں تک اسلامی شہنشاہیت رہی، اس کے آخری سرے تک ہمارا جانا ہوا اطیلطلہ (جہاں سے فرانس وغیرہ کا علاقہ شروع ہے) سے لیکر غرناطہ تک جہاں سے مسلمان مراکش منتقل ہوئے ہیں سمندر پار کر کے انھوں نے وہاں پناہ لی ہے (اپنے اسلامی ملک میں) وہاں تک ہمارا جانا ہوا ہے۔ مسجدیں ہیں قرطبہ کی مسجد، ہندوستان میں بھی ایسی مسجد ملنی مشکل ہے۔ خالی پڑی تھیں، سنا ہے کہ اب اجازت ہوئی ہے۔

میرے عزیز بھائیو! اب زیادہ بولنے کا وقت نہیں ہے کہ علم کی ضرورت کھانے پینے اور غذا سے کم نہیں ہے اس لیے کہ غذا نہ ملنے سے کیا ہوگا، آدمی کمزور پڑ جائے گا، چل نہیں پائے گا، زیادہ سے زیادہ جو برا نتیجہ ہو سکے گا نکلے گا، لیکن علم کے نہ ہونے پر اندیشہ ہے کہ کہیں وہ جنت سے محروم نہ ہو جائے، آگے کیا کہا جائے کہ کہیں اللہ کا غضب اس پر نازل نہ ہو، ابدالآباد کی زندگی لاکھوں کروڑوں کی گنتی سے اس کی شمار نہیں کی جا سکتی کہ وہ اللہ کے عذاب میں مبتلا رہے، ڈرنے کی جو چیز ہے وہ جہالت ہے اور اس کا علاج کیا ہے، مدرسوں کا قیام، مکتبوں کا قیام۔

ہم اسی ضیاء العلوم کے بارے میں نہیں کہتے، جو ہمارے گھر کا مدرسہ ہے، ہمارے خاندان سے تعلق ہے اس کے بانی ہمارے خاندان کے عزیز تھے اور اب بھی وہ لوگ اس کے ذمہ دار ہیں، نہیں! ہم تو کہتے ہیں کہ آپ جہاں جہاں سے آئے ہیں جس جس قصبہ اور دیہات سے آئے ہیں، وہاں آپ فکر کیجئے، اور سب سے ضروری کام یہ سمجھئے کہ وہاں مکتب اور مدرسہ ہو، اور کم سے کم مسجد ہی میں قائم ہو، ہمارے زمانہ میں پہلے رواج تھا کہ ہر کھاتے پیتے آدمی کے یہاں ملّا، مولوی صاحب آتے تھے، اور گاؤں سے سب لڑکے وہاں جمع ہو جاتے تھے، گھر میں کوئی خاتون کچھ پڑھاتی تھیں خاندان کی سب لڑکیاں جمع ہو جاتی تھیں اس سے بڑا فائدہ ہوا، اب صرف اس سے کام نہیں چلے گا، اب آپ کو ہر ہر جگہ مدرسہ و مکتب قائم کرنا ہوگا۔

اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں ایک ایسا مرکز بنا دیا، جہاں آپ نے یہ روداد سنی اور یہاں جائس کے قریب نصیر آباد کی طرف آپ جائیں وہاں فلاح المسلمین کے نام سے مدرسہ ہے۔ جو چھوٹا ندوہ معلوم ہوتا ہے اور ایسے پچاس ساٹھ کے قریب ہمارے مدارس ہوں گے جو ندوہ کے تابع ہیں اور جہاں ہزاروں ہزار لاکھوں لاکھ کا خرچ ہے، اور کہیں ۴۰۰، ۵۰۰، اور کہیں ۸۰۰ تک لڑکے پڑھتے ہوں گے۔ اورنگ آباد جائیے، بھوپال جائیے، اور ادھر کرناٹک میں بھٹکل کی طرف جائیے ندوے کا نصاب جہاں پڑھایا جاتا ہے اور وہ مدارس ندوے سے ملحق ہیں اب درجنوں کی تعداد میں وہ پہونچ رہے ہیں۔

اللہ کا شکر ہے۔ یہاں مدرسہ قائم ہوا لیکن یہ ذمہ داری صرف خاندان کے لوگوں کی اور ندوے والوں کی نہیں ہے بلکہ شہر والوں کی بھی ہے اور اطراف شہر میں رہنے

والوں کی بھی ہے، وہ اس پر شکر بھی کریں فخر بھی کریں اور اس کی فکر بھی کریں اس کی خبر بھی لیں کہ بھائی! آپ کے یہاں کیا ضرورت ہے کس چیز کی کمی ہے اور یہ احسان اللہ کا مانیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کام چندہ سارے ضلع میں سارے شہر میں گھوم کر کے نہیں، کچھ اللہ کے بندوں نے اللہ کے بھروسہ پر قائم کر دیا، کسی نے زمین دے دی، کسی نے کچھ دیدیا، اور آج یہ عمارت کھڑی ہوئی ہے لیکن یہ صرف طلباء کے رہنے کے لیے کافی ہوجاتی ہے، ایک درسگاہ کی ضرورت ہے، اس کے لیے آج میرے گنہگار ہاتھوں سے بنیاد رکھ دی گئی، اب آپ حضرات کا یہ اخلاقی، دینی قدردانی کا تقاضا ہے کہ اب آپ اس کی تکمیل کی کوشش کریں اور اس کی دلچسپی رکھیں، اس کی فکر رکھیں یہ نہیں کہ آج آپ کو بڑے زور شور سے لوگوں کا حوالہ دیکر بلایا گیا، علماء آئیں گے ندوہ کے لوگ آئیں گے، فلاں مقرر جن کو دور دور سے بلایا جاتا ہے وہ آئیں گے تو آپ آگئے، اتنا نہیں بلکہ خود اپنے شوق سے کبھی آئیں خود اپنی رضا و رغبت سے آپ آئیں اور دیکھیں اور پوچھیں اور اس کی خدمت کو دین کی ایک خدمت سمجھیں۔

بس میں اس پر ختم کرتا ہوں، ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نظر بد سے محفوظ رکھے اور اس میں برکت عطا فرمائے اور ہر طرح کے بیرونی و اندرونی، شیطانی و نفسانی خطروں سے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے اس کے اساتذہ کو زیادہ سے زیادہ رغبت اور شوق عطا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ اس کو اور ترقی دے یہاں تک کہ یہاں اور بڑی بڑی کتابیں پڑھائی جانے لگیں اور یہاں سے نکلنے والے مبلغ بنیں اور مجاہد فی سبیل اللہ بنیں، اللہ کے راستہ میں کوششیں کرنے والے اللہ کے راستہ میں جانفشانی سے کام کرنے والے بنیں

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (آمین)

مدرسہ ضیاء العلوم : ایک نظر میں

تاسیس وقیام :—— ۴ر شوال ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۱ر نومبر ۱۹۷۲ء

سرپرست اعلیٰ :—— مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی

بانی مدرسہ :—— حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

مجلس سرپرستگان :—— حضرت مولانا معین اللہ صاحب، نائب ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء

حضرت مولانا محمد طاہر صاحب حسینی مددگار ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء

حضرت مولانا محمد رابع صاحب حسنی ندوی مہتمم " "

ناظم :—— مولانا سید سلمان حسینی ندوی

تعداد اساتذہ واسٹاف —— ۲۵

تعداد طلبہ مقیم دارالاقامہ —— ۲۰۰

تعداد کل طلباء —— ۲۵۰

ملحقہ مدارس ومکاتب —— ۱۰

ملحقہ مدارس کے اساتذہ —— ۲۰

ملحقہ مدارس کے طلباء —— ۸۰۰

شعبہ جات مدرسہ :——

شعبہ نظامت، شعبہ اہتمام، شعبہ تعمیر وترقی، شعبہ دعوت وتبلیغ، شعبہ نشر واشاعت۔